

کیا اسلام عورت کو لکھنے کی اجازت نہیں دیتا؟



عورت کی کتابت کا مسئلہ

مصنف :

مفتی محمد خان قادری



ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

فہرستِ عنوانات

5	قرآن اور تحصیلِ علم
7	مراد ہر قلم ہے
8	آیت مداینہ اور تحریر
8	علم اور کتابت
9	عظمتِ قلم کے بارے میں قول
9	ام المؤمنین حضرت حفصہ اور کتابت
10	حدیث اور ائمہ کا استدلال
11	خطوط کے تحریری جوابات
12	فقہاء اسلام کی تصریحات
14	تعاملِ امت
15	عدمِ جواز پر پیش کردہ روایات
	کا تجزیہ
17	روایت کی درایت
	دونوں اسناد پر گفتگو
19	بعض کی توثیق معتبر نہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیا اسلام عورت کو لکھنے کی اجازت نہیں دیتا؟

اسلام میں عورتوں کے لئے کتابت (لکھنا) جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء ایک حدیث کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یہ منع ہے کیا یہ درست ہے؟

منہ الصدق والصواب:

علم کتابت بھی دوسرے فنون کی طرح ایک فن ہے جس طرح دیگر فنون کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے جائز ہے اسی طرح علم کتابت کا حصول بھی جائز ہے بلکہ کتابت تو اتنا اہم فن ہے کہ اس کے ذریعے دیگر علوم و فنون کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت میں جا بجا ذریعہ کتابت یعنی قلم کی تعریف کی گئی ہے۔ اگر قرآن میں کسی جگہ عطاء قلم پر احسان بتلایا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس اہم ذریعہ کی قسم بھی کھائی ہے۔ اس کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ پہلی وحی جن الفاظ پر مشتمل ہے ان میں سے ایک قلم ہے اور اس کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا ہے۔

قرآن اور تحصیل علم

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اقراء باسم ربك الذي خلق
خلق الانسان من علق
اقراء وربك الاكرم الذي
علم بالقلم علم الانسان ما لم
يعلم۔ (العلق، ۱-۵)

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے
پیدا کیا اور انسان کو پیدا کیا علی سے
پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے کریم ہے
جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا انسان
کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

امام خازن ان آیات کے تحت لکھتے ہیں :

فيه تنبيه على فضل الكتابة
لما فيها من المنافع العظيمة
لان بالكتابة ضبطت العلوم
ودونت المحكم وبها عرفت
اخبار الماضين واحوالهم و
سيرهم ومقالاتهم۔

ان آیات کے ذریعے فن کتابت کے
عظیم منافع کی وجہ سے اس کی فضیلت
اہمیت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے
کیونکہ کتابت ہی ضبط علوم، تدوین حکم
اور گزشتہ لوگوں کے احوال، ان کی سیرت
اور مقالات کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

(الخازن، ۴: ۲۹۲)

امام نظام الدین الحسن بن محمد نیشاپوری اس ذریعہ علم (قلم) کی اہمیت کی طرف ایک اور
پہلو سے توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نعمت خلقت، تسویہ و تعدیل اعضاء
انسانی کا تذکرہ جن الفاظ میں فرمایا ہے وہاں اپنی صفت کریم ذکر کی ہے۔ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبْتُكَ
الْكُرِيمَ الَّذِي خَلَقَكَ فُسُوكَ
فَعَدَلْتُكَ۔

اے انسان تجھے کس چیز نے مغرور بنا
دیا اس رب کریم کے ساتھ جس نے تجھے
پیدا کیا اور (تیرے اعضاء) کو تسویر اور
تعدیل عطا فرمائی۔

لیکن جب نعمت قلم کا ذکر کیا تو اس کی اہمیت کے پیش نظر اپنی صفت اکرم ذکر فرمائی۔

حيث من عليه بالخط والتعليم
مدح ذاته بالاكرمية فقال
متعرضاً وربك الاكرم الذي
علم بالقلم اى علم الانسان
بواسطة القلم او علمه الكتابية
بالقلم - (غرائب القرآن، ۳: ۱۴۵)

۲۔ قرآن میں لفظ قلم کی جو قسم کھائی گئی ہے وہ بھی اس کی اہمیت پر واضح دلیل ہے۔
ارشاد فرمایا:

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ -
(القلم، ۱-۲)

اس آیت کے تحت حافظ ابن کثیر کتابت کو اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وتنبیہ لخلقہ علی ما انعم
به علیہم من تعلم الکتابۃ
السی بہا تنال العلوم -
(ابن کثیر، ۴: ۴۶)

اس میں مخلوق کو اس طرف متوجہ کرنا
ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں
کتابت کی تعلیم کے زیور سے آراستہ
فرمایا ہے جس کے ذریعے علوم حاصل
کئے جاتے ہیں

مراد ہر قلم ہے

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہاں قلم سے مراد صرف آسمانی قلم ہی نہیں بلکہ
دنوی قلم بھی مراد ہے۔ تمام مفسرین نے اس کی تصریح کی ہے:-

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

یہاں قلم سے مراد ہر قلم ہے خواہ اس کے ساتھ آسمانی مخلوق لکھے یا ارضی۔

وهو واقع على كل قلم مما يكتب به من في السماء ومن في الارض (القرطبيؒ: ۱۸: ۲۲۵)

امام نیشاپوریؒ فرماتے ہیں:

اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے کہ قلم سے جنس قلم مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اس قلم کی قسم اٹھائی ہے جس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ خواہ وہ آسمان میں ہو یا

فالاکثرون على انه جنس اقسم الله سبحانه بكل قلم يكتب به في السماء وفي الارض۔

زمین میں۔

(غرائب القرآن ۲۹ - ۱۵)

۳۔ آیت مدینہ میں معاہدہ دین کو تحریر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُنِيتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ

اے اہل ایمان جب تم کسی دوسرے کو مدت مقرر تک قرض دو تو لکھ لیا کرو۔

(البقرہ)

۴۔ آقاؐ نے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تحریر و کتابت کی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر اپنی امت کو حکم دیا کہ تم علوم کو کتابت کے ذریعے محفوظ کر لو حالانکہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کے حافظے بڑے قوی تھے مگر آپؐ نے محسوس فرمایا کہ اگر فقط حافظے سے ہی کام لیا گیا اور کتابت کے ذریعے علوم کو محفوظ نہ کیا گیا تو اس سے عظیم نقصان ہو سکتا ہے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کو حکم دیا:

اے لوگو علم کو کتابت کے ذریعے محفوظ

قیدوا العلم بالکتاب۔

کر لو۔

(تقیید العلم للخطیب ۱، ۷۰)

یہ حکم جیسے مردوں کے لیے ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔ اس کو صرف مردوں کے ساتھ مخصوص کرنے پر کوئی دلیل نہیں۔

عظمتِ قلم کے بارے میں ایک قول

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے قلم کی عظمت ان الفاظ میں بیان کی ہے :-
 القلم نعمة من الله تعالى قلم الله تعالى کی نعمتِ عظیمہ ہے اگر قلم نہ ہوتا
 عظیمۃ لولا القلم لم یقیم دین و تو زندگی اور دین قائم نہ رہ سکتے۔
 لم یصلح عیش (درمنثور ۶: ۲۶۹)

امام خازنؒ نے اس کی تصریح یوں کی ہے:

لولا الکتابۃ ما استقام امر اگر کتابت کافن نہ ہوتا تو دین و دنیا کا

الدین والدنیا (المازنی ۲: ۲۹۳) نظام درہم برہم ہو جاتا۔

یہ آیات، احادیث اور اقوال فنِ کتابت کی اہمیت، فضیلت، اس کے حصول اور عظمتِ قلم پر دال ہونے کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو بھی آشکار کر رہے ہیں کہ کتابت کے بغیر تعلیم بے ثمر درخت ہے۔ جب اسلام نے عورت پر علم کا حصول فرض قرار دیا ہے تو ظاہر ہے اسے تحریر و کتابت کی بھی اجازت دی ہے۔ اسے ناجائز کہنا درست نہیں۔ جس طرح قرآن نے مرد اور عورت کے درمیان کتابت سیکھنے میں فرق بیان نہیں کیا بلکہ اسے احسان قرار دیتے ہوئے اس کی فضیلت بیان کی ہے اسی طرح رسالت مآبؐ نے بھی تفریق نہیں فرمائی بلکہ احادیث میں خواتین کا کتابت سیکھنا اور اس کی دوسروں کو تعلیم دینے کی صراحت موجود ہے۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ اور کتابت

۱۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں حضرت ثناء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا سے مروی

ہے کہ

دخل على النبي صلى الله عليه وسلم وانما عند الحفصة
فقال لي الاتعلمين هذه
رقية النملة كما علمتنيها
الكتابة - (ابوداؤد ۲: ۱۸۶)

میں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی
اللہ عنہا کے ہاں تھی۔ وہاں رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔
مجھے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا اے شفا
جس طرح تو نے حفصہ کو لکھنا سکھایا ہے
اسی طرح انہیں رقیۃ النملہ کی تعلیم

کیوں نہیں دیتی؟

یعنی جس طرح آپؐ نے حضرت حفصہؓ کو لکھنا سکھایا ہے اسی طرح انہیں غلہ کا دم
بھی سکھادیں۔

فرمان نبوی واضح طور پر دال ہے کہ اہل بیت المؤمنین باقاعدہ کتابت جانتی تھیں۔
امام حاکم متدرک میں اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:
هذا حديث صحيح على شرط
الشيخين (متدرک حاکم ۴: ۵۷)
یہ حدیث بخاری و مسلم کے شرائط کے
مطابق درجہ صحیح پر فائز ہے۔
امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت فرمایا جو حسب ضابطہ اس کے حسن ہونے پر

دال ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ بطرانی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں:
ما علمت ان تعلمي هذه رقية
النملة كما علمتنيها الكتابة -
اے شفا کوئی حزن نہیں اگر تم غلہ کا
دم حفصہ کو سکھا دے جیسے تو نے اے
کتابت سکھائی ہے۔

(الاصابة ۴۰: ۳۴۲)

امام خطابیؒ م ۷۷۵ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی ان تعلیم النساء
الکتابۃ غیر مکروہ -
(معالم السنن، ۴: ۷۲۷)
یہ حدیث اس بات پر شاہد ہے کہ
عورتوں کو کتابت سیکھنا اسلام میں
ناپسند نہیں۔

شیخ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں:
فی الحدیث دلیل علی جواز
تعلیم النساء الکتابۃ -
اس حدیث میں عورتوں کے کتابت سیکھنے
کا جواز ثابت ہو رہا ہے۔

(زاد المعاد، ۳: ۲۶۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح سفر السعاده میں فرماتے ہیں:
ازیں حدیث معلوم شود تعلیم کتابت مر
نساء را مکروہ نیست -
اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ عورتوں
کے لئے لکھنا مکروہ نہیں۔

(شرح سفر السعاده، ۲۸۱)

ان تمام محدثین اور ائمہ نے مذکورہ حدیث سے جو استنباط کیا ہے۔ اس میں انہوں
نے تصریح کر دی ہے کہ کتابت کا عمل عورتوں کے لئے حرام تو کیا مکروہ بھی نہیں بلکہ
جس طرح مردوں کے لئے جائز ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ نہ صرف عورتوں کے لئے کتابت کا
سیکھنا جائز ہے بلکہ بطور استاد اُسکے سکھا بھی سکتی ہیں کیونکہ حضرت شفاعرضی اللہ عنہا کا تہ
ہونے کے ساتھ ساتھ معلمہ بھی تھیں تب ہی آپؐ نے حضرت حفصہؓ کو کتابت کی تعلیم
دی جس کا ذکر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تحسین کے ساتھ فرمایا:

خطوط کے تحریری جو آیتا

امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں ایک عنوان "باب الکتابۃ الی النساء وجوابھن"

(عورتوں کی طرف خطوط اور ان کے جوابات) قائم کیا ہے۔ اس کے تحت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی بنت طلحہ کے بارے میں نقل کیا کہ وہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں مختلف علاقوں سے آنے والے خطوط اور سوالات کا تحریری جواب دیا کرتی تھیں۔

بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ جب خط آتا تو میں عرض کرتی :
یا خالۃ هذا کتاب فلان
اے خالہ یہ فلاں سائل کا تحریری خط
وہدیتہ۔
اور تحفہ ہے۔

آپ مجھ سے ارشاد فرماتیں :
ایا بنیۃ فاجیبہ۔
بیٹی اس کا جواب دو۔

(الادب المفرد ۲۸۷)

ظاہر ہے جب سوال تحریری ہوتا تھا جواب بھی تحریری ہی دیا جاتا تھا اور وہ خود ہی لکھا کرتی تھیں۔ یہ کہنا کہ وہ کسی مرد کا تب سے لکھوا دیا کرتی تھیں محض احتمال ہے اور امام بخاری کی رائے کے خلاف ہے۔

فقہاء اسلام کی تصریحات

تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عائشہ خاتون قرآن کی کتابت نہ کرے کیونکہ اس صورت میں بھی مس قرآن لازم آتا ہے جو عائشہ کے لئے جائز نہیں ہے۔ یہ مذکورہ جزیئہ اس پر دال ہے کہ اگر خاتون عائشہ نہ ہو تو وہ قرآن کی کتابت کر سکتی ہے۔ اگر کتابت عورتوں کے لئے جائز نہ ہو تو قرآن عائشہ کے لئے منع ہونے کی یہ دلیل بیان کی جاتی کہ اسلام میں عورت کے لئے لکھنے کی اجازت ہی نہیں حالانکہ بجائے یہ بیان کرنے کے مس قرآن کو دلیل بنایا گیا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

بیکرہ للمحاض ان یکتب الکتاب
الذی فی بعض مسطورہ آیۃ
من القرآن (مالگیری ۱: ۲۰)
منیۃ المسلمی میں ہے :

کما لا یجوز للجنب والمحاض و
النساء قرأۃ القرآن لا یجوز لم
کتابة القرآن -
جنبی، حائض اور نفاس والی خاتون
کے لئے تلاوت قرآن جس طرح منع ہے
اسی طرح ان کے لئے کتابت قرآن بھی
منع ہے -

۲۔ سونے چاندی کے استعمال کے بارے میں تصریح کی کہ اگر یہ سونے کا استعمال عورت
کے لیے جائز ہے مگر سونے اور چاندی کے قلم اور دوات کا استعمال مکروہ ہے - امام
شامی لکھتے ہیں :

بیکرہ ان یکتب بالقلم الملتخذه
بالذهب او الفضة او من
دوات کذلک ویستوی فیہ
الذکر والانثی -
سونے اور چاندی کے قلم یا دوات
کے ذریعے لکھنا مکروہ ہے - اس
میں مرد اور عورت دونوں برابر
ہوں گے -

(فتاویٰ شامی، ۵: ۲۷۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر قلموں سے عورت لکھ سکتی ہے -
۳۔ صاحب الجواہر المفضیہ نے تصریح کی ہے کہ بلاد ماوراء النہر میں جب کسی عالم کا فتویٰ
جاری ہوتا تو اس پر اس کی لڑکی اور بیوی یا بہن یا کسی اور محرم خاتون کے دستخط بھی ہوتے
تھے -

قد بلغنا عن بلاد ماوراء النہر
ماوراء النہر کے علاقوں میں اکثر یہ طریقہ

وغیرہا من البلادانہ فی
الغالب لا یخرج فتویٰ من
بیت الا وعلیہا خط صاحب
البیت وابنتہ وامراتہ او
راجتھا کہ جب بھی کوئی فتویٰ جاری
ہوتا اس پر صاحب خانہ، اس کی
بیٹی اور اس کی بیوی یا بہن کے
دستخط ہوتے تھے۔

اختہ۔ (الاجابہ المطبوعہ، ۲: ۲۷۷)
اگر اسلام میں عورتوں کا لکھنا ناجائز اور منع ہوتا تو کم از کم فتویٰ پر تو دستخط ان سے
نہ کروائے جاتے۔

تعالیٰ امت

اگر تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے دور جس
کو حدیث میں خیر القرون کہا گیا اسے لے کر آج تک ہزاروں خواتین کا فنِ کتابت کا ماہر ہونا
ثابت ہے اور اس فن کے حوالے سے ان کی خدمات کا تذکرہ موجود ہے۔ ان میں سے
بہم بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تفصیل کے لئے مشہور و معروف فقیہ حضرت مولانا نور اللہ صاحب
بصیر پوری کا فتاویٰ نوریہ جلد ۳ ص ۱۷۷ ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضور علیہ السلام کی بعض ازواجِ مطہرات فنِ کتابت سے واقف تھیں جیسے کہ سنن
ابوداؤد کے حوالے سے گزرا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کتابت سیکھی تھی۔
شیخ محمد علوی المالکی لکھتے ہیں:

وكان في امهات المومنين
من تقراء و تكتب
امهات المومنين من بعض پڑھنا
اور لکھنا جانتی تھیں۔

(ادب الاسلام فی نظام الاسرة، ۱۲۶)

۲۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہ جو صحابیہ قدیمیہ الاسلام کا تہ اور فاضلہ تھیں حضور

علیہ السلام ان کے ہاں قبول فرمایا کرتے تھے اور انہوں نے اپنے آقا کے
لئے مخصوص بستر اور چادر بنا رکھی تھی۔ (اصحاح ۴۱: ۳۳۳)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی بنت طلحہ کاتبہ تھیں قریریہ ام ابی ان کے ذمے تھیں۔

۴۔ چوتھی صدی ہجری میں حضرت خدیجہ بنت محمد البورجاہ محدثہ ہونے کے ساتھ ساتھ
کاتبہ بھی تھیں۔ (الجواہر المفیہ ۲۷: ۳۰)

۵۔ پانچویں صدی ہجری میں حضرت شہدہ بنت ابی نصر جو اتنی بلند پایہ محدثہ تھیں کہ
ان کو سندۃ العراق کہا جاتا تھا اور یہ خاتون اس دور کے اکثر محدثین کی استاد بھی
ہیں یہ بہت بڑی خوشنویس کاتبہ تھیں۔ (مرآة الجنان ۳۷: ۲۰۰)

۶۔ امام ذہبی کی استاد حضرت شہدہ بنت الصاحب کمال الدین بھی کاتبہ تھیں۔
(مرآة الجنان ۴۱: ۲۶۷)

اگر اسلام نے خواتین کو منع کیا ہوتا تو یہ خواتین ضرور اسی پر عمل پیرا ہوتیں۔
اور یہ بات توجہ میں رہنی چاہیے کہ تعالیٰ امت خود دلائل شرعیہ میں سے ہے۔
عدم جواز پر پیش کردہ روایت کا تجزیہ

جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل فقط درج ذیل روایت ہے جو حضرت
عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس
روایت کو ائمہ اسلام اور محدثین نے موضوع اور ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے تصریح
کی ہے کہ اس روایت کی ہر سند مجروح ہے تفصیل درج ذیل ہے۔

شیخ ابن حبان نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ان
فاظ میں نقل کی ہے۔

لا تَقْلَمُوا نِسَاءَكُمْ الْكِتَابَةِ وَ
خواتین کو کتابت کی تعلیم نہ دو، نہ ہی
لا تَسْكُنُوهُنَّ الْعِلَالَى خَيْر
بلند جگہ ٹھہراؤ۔ عورت کے لئے سب
لَهُوَ الْمَرْأَةُ الْمَغْزَلُ وَ خَيْر
بہتر کھیل چرخہ کا تنا اور مرد کے لئے سب
لَهُوَ الرَّجُلُ السَّيَاحَةُ -
سے بہتر کھیل سیاحت ہے۔

(اللائلی المصنوعہ، ۲: ۱۶۸)

اس روایت کی سند یہ ہے:

حدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَهْلٍ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ نَصْرٍ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ،
عن ابن عباس رضي الله عنهما -
اس روایت کی سند کا دار و مدار جعفر بن نصر پر ہے جو جھوٹی اور موضوع روایت
بیان کرنے میں بہت شہرت کا حامل ہے۔

امام ابن جوزیؒ مذکورہ روایت اور راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ قَالَ ابْنُ
یہ حدیث صحیح نہیں، ابن حبان نے کہا کہ
حَبَّانُ جَعْفَرُ بْنُ نَصْرٍ كَانَ يَحْدِّثُ
جعفر بن نصر ثقہ لوگوں سے ایسی باتیں
عَنِ الثَّقَاتِ بِمَا لَمْ يَحْدِّثُوا بِهِ
نقل کرتا ہے جو انہوں نے بیان نہیں
وَقَالَ ابْنُ عَدَى يَحْدِّثُ عَنْ
کیں، ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ سے
الثَّقَاتِ بِالْبُاطِلِ وَلَهُ أَحَادِيثُ
جھوٹی اور موضوع روایت نقل کرتا
مَوْضُوعَةٌ -
ہے اور اس نے ان ثقہ کے حوالے
سے کچھ احادیث اپنی طرف سے گھڑ لی

(الموضوعات، ۲: ۲۶۸)

تھیں۔

امام ذہبیؒ بھی اس روایت کتابت اور دیگر دو روایات کو باطل و موضوع قرار دیتے
ہوئے کہتے ہیں:

وہذہ اباطیل - یہ موضوع روایات ہیں

(میزان الاعتدال، ۱: ۱۹۵)

اور جعفر بن نصر کے بارے میں لکھا:

متهم بالکذب، حدث عن الثقات بالبواطیل - یہ جھوٹا ہے اور ثقہ لوگوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔

(میزان الاعتدال، ۱: ۱۹۵)

علامہ شوکانی اس روایت کی سند پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وفی اسنادہ جعفر بن نصر - اس کی سند میں جعفر بن نصر ہے جو روایات

یحدث عن الثقات بالبواطیل - باطلہ کا راوی ہے۔

(الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ، ۱۲۷)

روایت اُم المؤمنین کی دونوں اسناد پر گفتگو

حضرت عائشہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لا تسکنوہن الغرف ولا تعلوہن الکتابۃ وعلوہن المغزل وسورۃ النور۔
خواتین کو بالا خانے میں نہ بٹھراؤ، انہیں کتابت نہ سکھاؤ۔ چرخہ کا تانا سکھاؤ اور سورۃ نور کی تعلیم دو۔

(الضعفاء لابن حبان، ۲: ۳۰۲)

اس روایت کی تین سندیں ہیں:

۱۔ شیخ ابن حبان نے اس سند سے نقل کیا ہے:

اباناً محمد بن عمرو، اباناً محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم،
شنایحی بن ذکر بن یزید الدقاق، ثنا محمد بن ابراہیم البوعبد اللہ

الشامی، ثنا شعیب بن اسحاق الدمشقی عن هشام بن عروہ عن
ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۲۔ امام بیہقی نے یہ سند ذکر کی ہے۔

إسناد ابن نصر بن قتادة، إسماعيل بن الحسن بن محمد بن السراج، حدثنا
عطين، حدثنا محمد بن إبراهيم الشامي، حدثنا شعیب بن اسحاق
الدمشقی عن هشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

ان دونوں اسناد میں محمد بن ابراہیم شامی راوی ہے جسے محدثین نے کذاب اور
جھوٹی احادیث نقل کرنے والا قرار دیا ہے۔

۱۔ امام شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں:

قال الدارقطني كذاب۔
دارقطنی نے کہا یہ شخص کذاب ہے۔

(الميزان، ۲: ۴۴۵)

۲۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

محمد بن إبراهيم بن العلاء
الدمشقی ابو عبد اللہ منکر
محمد بن ابراہیم بن العلاء
منکر الحديث ہے۔

الحديث۔ (تقریب التهذیب، ۲: ۱۴۱)

۳۔ امام ابن جوزی اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

محمد بن إبراهيم الشامي
محمد بن ابراہیم حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

كان يضع الحديث۔ (العلل المتناهیہ)

۴۔ امام ابن حبان کہتے ہیں:

لا تحل الرواية عنه الا عند
الاعتبار وكان يضع الحديث۔

اس سے شاہد کے بغیر روایت جائز
نہیں یہ احادیث گھڑا کرتا تھا۔

(میزان الاعتدال، ۲: ۴۴۵)

۵۔ علامہ صفی الدین الخزرجی اس راوی کے بارے میں مختلف محدثین کے حوالے سے لکھتے ہیں :

کذبہ البونعیم و دارقطنی۔ امام البونعیم اور دارقطنی نے اسے کذاباً
(خلاصۃ التہذیب ، ۳۲۴) قرار دیا۔

۶۔ امام سیوطی نے اسی روایت بیہقی کے بارے میں فرمایا :
هذا بجهذا الاسناد منكدر یہ روایت اس سند سے منکر ہے۔
(اللائئ المصنوعۃ ، ۲ : ۱۶۸)

بعض کی توثیق معتبر نہیں

اگر ذہن میں یہ آئے کہ علامہ صفی الدین الخزرجی اس راوی کے بارے میں یہ الفاظ بھی کہے ہیں :

وثقه ابو حاتم والنسائی۔ امام ابو حاتم اور امام نسائی نے اس
(خلاصۃ التہذیب ، ۳۲۴) کو ثقہ قرار دیا۔

تو اس سلسلہ میں آولیں گزارش یہ ہے کہ ایسی توثیق اسماء رجال کی کتب میں کہیں نہیں جیسا کہ اوپر گذر اتمام محدثین نے محمد بن ابراہیم شامی کے بارے میں اقوال جرح ہی نقل کئے ہیں کسی نے امام ابو حاتم اور امام نسائی سے توثیق نقل نہیں کی لہذا یہ علامہ خزرجی کا محض دہم ہے جیسا کہ دیگر مقامات میں ان سے تسابح ہوا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان دونوں بزرگوں سے توثیق ثابت بھی ہو جائے تو یہ توثیق دیگر حفاظ حدیث امام دارقطنی ، ابن حبان ، ابن عدی اور البونعیم کی جرح کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ ان کی جرح مفسر ہے اور اصول حدیث کا یہ ضابطہ ہے کہ جرح مفسر

تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں :

إذا اجتمع في شخص جرح
و تعدیل فالجرح مقدم
لان المعدل يخبر عما ظهر
من حاله والمجروح يخبر
عن باطن خفي على المعدل
فان كان عدد المعدلين
اكثر فقد قيل التعديل
اولی والصحيح والذي
عليه الجمهور ان الجرح
اولی۔ (علوم الحديث ۹۹)

امام شمس الدین محمد عبدالرحمن السخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں :

الخامس في تعارض الجرح و
التعديل في راو واحد (وقد عول)
ای جسمه والعلماء ايضا (الجرح)
على التعديل مطلقا استوی
الطرفان في العددا لا قال
ابن الصلاح انه الصحيح
وكذا صححه الاصوليون
كالنخعي والامدي بل حكی
الخطيب اتفاق اهل العلم عليه

پانچویں صورت یہ ہے کہ ایک راوی میں
جرح و تعدیل میں تعارض آجائے تو
تو جمہور علماء کے نزدیک جرح، تعدیل
پر بہر حال مقدم ہوگی خواہ دونوں طرف
تعداد برابر ہو یا نہ ابن الصلاح نے
کہا کہ یہی صحیح ہے اور اسی طرح اہل سنن
مثلاً فخر الدین رازی اور آمدی نے
اسے صحیح کہا بلکہ خطیب نے اس پر اہل علم
کا اتفاق نقل کیا کہ جب دونوں طرف

اذا استوى العدان وصنع
ابن الصلاح فشر بذلک و
علیه یحمل قول ابن عساکر
اجمع اهل علم علی تقدیم قول
من جرح راویاً علی قول من
عدله لکن ینبغی
تقعیّد المحکم بتقدیم الجرح

بما اذا فسر۔ (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ۱۰: ۲۸۶)
امام ابن الصلاح کا یہ جملہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ جب محدثین کسی راوی کو کذاب
کہہ دیں تو اس کی روایت قابلِ توجہ نہیں۔

اذا قالوا متروک الحدیث
او زاهب الحدیث او کذاب
فهو ساقط الحدیث لا ینتبه
حدیثہ۔ (علوم الحدیث، ۱۱۳)
جب محدثین کسی کو متروک الحدیث یا
زاهب الحدیث یا کذاب کہیں تو وہ
ساقط الحدیث ہوگا اس کی حدیث لکھی
نہیں جائے گی۔

۳۔ اب روایت سیدہ عائشہ کی تیسری سند ملاحظہ کیجئے۔ اس سند کے ساتھ حاکم نے
اسے روایت کیا :

ابنانا ابو علی الحافظ، ثنا محمد بن محمد بن سلیمان، ثنا عبد الوہاب
بن ضحاک، ثنا شعیب بن اسحاق بن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن
عائشۃ رضی اللہ عنہا۔

امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں مذکورہ روایت اسی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔
مگر اس سند میں عبد الوہاب بن الضحاک راوی ہے جسے محدثین نے متروک و کذاب

قرار دیا ہے۔
امام ذہبی تلخیص المستدرک میں اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حاکم
کا اسے صحیح الاسناد کہنا درست نہیں۔

بل موضوع و اُفتہ عبد الوہاب
بن الضحاک قال ابو حاتم کذاب
(المستدرک، ۲: ۲۹۶)
بلکہ یہ روایت موضوع ہے اس کا سبب
عبد الوہاب بن الضحاک ہے امام ابو حاتم
نے کہا یہ شخص کذاب ہے۔

دوسرے مقام پر میزان میں اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں:
قال النسائی وغیره مقروک
وقال الدارقطنی منکر الحدیث
وقال البخاری عنده عجبائب۔
(المیزان، ۲: ۶۷۹)
امام نسائی وغیرہ کہتے ہیں:
کان یضع الحدیث
شیخ ابن حبان کا قول ہے:
کان یسرق الحدیث لایحل
الاحتجاج به۔
امام نسائی وغیرہ نے کہا یہ متروک ہے۔
دارقطنی کے ہاں منکر الحدیث ہے اور
امام بخاری نے فرمایا اس کے پاس
عجیب و غریب روایات ہیں۔

امام ابو داؤد لکھتے ہیں:
کان یضع الحدیث
شیخ ابن حبان کا قول ہے:
کان یسرق الحدیث لایحل
الاحتجاج به۔
(التاریخ الکبیر، ۲: ۱۰۰)
یہ احادیث گھڑتا ہے۔
یہ احادیث میں چوری کا ارتکاب کرتا
ہے لہذا اس کے ساتھ احتجاج درست
نہیں۔

باقی امام حاکم کا اس روایت کو صحیح الاسناد کہنا ان کا تساہل ہے جس میں انہیں شہرت
حاصل ہے۔

جب ان تمام ائمہ حدیث نے تصریح فرمادی ہے کہ یہ دونوں روایات موضوع
اور ناقابل اعتبار ہیں تو پھر ان سے استدلال درست نہیں بلکہ یہ اہل اسلام کو نقصان
پہنچانے کے مترادف ہے۔